© rasailojaraid.com

پروفیسر خالد شبیر احمد　　　　　　قسط نمبر ۴۶

ورق ورق زندگی

جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۲۳/اکتوبر ۱۹۹۵ء کو داغ مفارقت دے گئے۔

مجلس احرار اسلام کے لیے خصوصی طور پر ان کی رحلت، امیر شریعت کی رحلت کے بعد ایک عظیم صدمہ تھا۔ جس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔ سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ زندگی کے کئی برس گزرے۔ ان کی محفلوں میں حاضری میری زندگی کا ایک عظیم اثاثہ ہے جس پر میں جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔ ان کی پاکیزہ زندگی ایسی داستان ہے جو کئی کتابوں پر محیط ہے۔ وہ ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو زندہ رہتے ہیں مرتے نہیں۔

ورنہ سقراط مر گیا ہوتا
اس پیالے میں زہر تھا ہی نہیں

کی مصداق وہ آج زندہ ہیں۔ انھوں نے اپنی حیاتِ مستعار میں وہ کام کیا جو کئی لوگ مل کر ایک صدی میں بھی شاید نہ کر سکتے۔ وہ جب تک زندہ رہے جذب وجنون وعشق کا عنوان بنے رہے۔ بڑے بڑے غزالی دوراں ان کے علم وفضل کے سامنے منقارِ زیر پر رہے۔ ان کا تجرِ علمی ضرب المثل تھا۔ ان کے سینے میں دل اور دل میں ایک درد موجود تھا۔ وہ خود ہی اس درد کا درماں تھے۔ تمام عمر مقام ومنصبِ صحابہ کے تحفظ کے لیے شعلۂ پراں بنے رہے۔ ان کے عزم واستقلال اور ان کی شرافت و دیانت پر فرشتے بھی رشک کرتے ہوں گے۔ اللہ اللہ! کیسے انسان تھے اور کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دے گئے۔ دشمنوں کے لیے طوفان بے پناہ اور اپنوں کے لیے کشتۂ مہر ووفا۔ انھوں نے اپنے لیے خود کٹھن راہیں چن لی تھیں جن پر وہ بڑے حوصلے کے ساتھ رواں دواں رہے۔ جنھیں کھلے پانیوں میں موجِ حوادث سے کھیلنے کا شوق ہوتا ہے، انھیں ساحلوں سے کہاں لگاؤ رہتا ہے۔ سکون ان کے لیے موت اور اضطراب زندگی بن جاتی ہے۔ اپنے مؤقف کی صداقت پر یقین انھیں لازوال اعتماد کی دولت سے مالا مال کر گیا تھا۔ ان کا ضمیر مطمئن تھا کہ وہ راہِ صداقت پر ہیں اور جن کا ضمیر مطمئن ہوتا ہے، وہ پوری دنیا سے لڑ جاتے ہیں۔ مجلس احرار پر پابندیوں کے بعد دوبارہ جماعت کا احیاء کوئی آسان کام نہ تھا۔ لیکن آپ نے یہ کام بھی کر دکھایا۔ آج جو کچھ بھی جماعت احرار کے دامن میں ہے انھی کا عطا کردہ ہے۔ جماعت احرار اور ان کی قیادت کرنے والے سبھی انھیں کے خلوص اور محنت کی کمائی ہے۔ وہی احرار کی منزل کا نشانِ راہ ہیں، جن کا ایک ایک حرف گل پیرہن تھا۔ نورِ ایمانی سے جن کے خیال وسخن دونوں منور تھے۔ ان کے خلوص کی قسمیں کھائی جا سکتی ہیں۔ ان کے لب جب تلاوت فشاں ہوتے سرو سمن وجد میں آ جاتے۔ ان کے پیار کی خوشبو نس نس میں مہک اٹھتی ہے۔ ان کے خیال سے ہی صحرائے زیست گلاب ونسترن بن جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کے لفظوں کی چاندنی کہکشاں بنی رہی۔ ان کی شیریں سخنی کانوں میں رس گھولتی رہی۔ وہ بلاشبہ صدق، مہر و وفا اور جذب و عشق کا استعارہ ہیں۔ وہ مال و دولت سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر کر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں سکونِ قلب کی دولت سے مالا مال کر رکھا تھا۔ ان کے مسلک میں اللہ کے سوا عرض و طلب گناہ ٹھہری۔ وہ اس شعر کا مصداق تھے۔

رعنائی خیال کو رسوا نہ کیجیے
ممکن بھی ہو تو عرضِ تمنا نہ کیجیے

ان کی نگاہ کی کرنوں کی ضوفشانی نے مجھ جیسے کئی بے کمال لوگوں کو حسنِ کمال عطا کیا۔ ان کی قربت میں ڈھل کے ایک عجیب لطف محسوس ہوتا تھا۔ ان کا صدق، جنوں کی شکل اختیار کر گیا تھا اور ان کے اس جنون میں نہ جانے کیا کیا ہستیاں جلوہ افروز رہتی تھیں۔ انھوں نے تمام عمر فقرِ بوذری میں بسر کی اور ان کی بہارِ زیست ان کے اپنے دل کی شادابی تھی۔ ان کے وجود کو اللہ نے اپنی رحمتوں سے معراجِ بندگی سے نوازا تھا۔ ان کی جبینِ عجز پر فقر و مستی کے نشان ہویدا تھے۔ ان کا ظاہری حسن، باطنی حسن سے تابناک تھا۔ وہ ایسے درویش خدا مست تھے کہ جن کی آستینوں میں تابشِ مہر و ماہ، پاؤں کی ٹھوکر میں سطوتِ کج کلاہ اور لب پہ نعرۂ لا الٰہ الاّ اللہ ہوتا ہے۔ ان کی موت پر ایمان صفت انسانوں کی آنکھیں ہی نہیں دل بھی روتے رہے۔ اور زبان دل سے کہتے رہے۔

ڈھونڈے ہے اس مغنّی آتش نفس کو جی
جس کی صدا ہو شعلۂ برقِ فنا مجھے

میں ان دنوں ملتان میں ہی تھا کہ دارِ بنی ہاشم میں جماعت احرار کی مجلس شوریٰ کی میٹنگ تھی جس میں شرکت کے لیے میں دو دن پہلے ہی ملتان پہنچ گیا تھا۔ وہ ایک عرصے سے بیمار تھے۔ کئی دفعہ ان سے ملاقات بھی ہوئی بیماری کے باوجود اس طرح باتیں کرتے تھے اور ہر آنے والے کے دل کو دین کی حرارتوں سے تابناک کرتے رہتے تھے۔ جس دن وہ اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے، میں ڈاکٹر اسلم انصاری کے گھر میں مقیم تھا کہ رات گیارہ بجے کے قریب دارِ بنی ہاشم سے فون آیا کہ ان کی حالت ٹھیک نہیں۔ سمجھ گیا کہ اب یہ دُرِ نایاب ہم سے رخصت ہو کر دامنِ رحمت میں پناہ لینے والا ہے۔ دفعتاً اس اطلاع پر نہ جانے کتنی دیر تک میں ان کی محفلوں کی یاد میں بیٹھا آنسو بہاتا رہا۔ ان کی ایک ایک بات دل کے اندر گنگناتی، مجھے رلاتی رہی۔ ۲۴/ اکتوبر کو صبح جب دارِ بنی ہاشم پہنچا تو خبر سن لی کہ آپ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے ہیں یہ خبر شہر میں ہی نہیں پورے ملک کے اندر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

جنازے میں شرکت:

دور اور نزدیک سے لوگ، ملک بھر کے علمائے دین کثیر تعداد میں جنازے میں شریک ہوئے، مجھے ان کا جنازہ دیکھ کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ یاد آ گیا۔ وہی پُرنم آنکھیں، وہی غم، وہی صدمہ جو اس وقت میں نے محسوس کیا پھر عود کر آیا۔ ان کی رحلت اور جنازہ نے وہ دکھ بھی پھر سے یاد دلا دیے جو میں نے اکابرِ احرار کے جنازوں میں شرکت کے وقت محسوس کیے تھے۔ ضیغم احرار شیخ حسام الدین، مولانا مظہر علی اظہر اور شورش کاشمیری کے جنازے ایک ایک کر کے میری یاد کی سکرین پر نمودار ہوئے اور میں دکھ اور غم کے بار کو دل و دماغ پر اٹھائے اس جنازے میں شامل، ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیتے لمحے یاد کیے چل رہا تھا۔ دل نے دماغ سے سوال کیا کہ تو نے انھیں کب پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ جواب دیا گیا کہ سب سے پہلے جنوری ۱۹۴۹ء لاہور میں احرار کی دفاع کانفرنس کے موقع پر دیکھا جب وہ ملتان کے رضا کاروں کے قافلے کی قیادت کر رہے تھے۔ احرار یونیفارم میں ملبوس چمکتا دمکتا چہرہ ہر دیکھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔ پہلی نظر دیکھتے ہی میں نے سمجھ لیا کہ کوئی غیر معمولی شخصیت ہے، یہ ان کا دورِ شباب تھا۔ پوچھا یہ کون شخصیت ہے؟ بتایا گیا کہ امیر شریعت کے سب سے بڑے بیٹے سید ابوذر بخاری۔ دوسری دفعہ چنیوٹ میں ۱۹۵۲ء کی سالانہ احرار کانفرنس میں دیکھا۔ دیکھا ہی نہیں پہلی دفعہ ان کی تقریر بھی سنی۔ تقریر کیا تھی علوم درخشاں کا بہتا چناب جس کا ہر حرف غیرت ملی کا جیتا جاگتا ثبوت تھا۔ بیاں میں بلا کی کشش، زبان پر الفاظ کا دلکش نزول، بے تکان بولے جا رہے تھے۔ روانی اور تسلسل اپنے نقطۂ کمال کو چھو رہی تھی جیسے علم و فضل کی کوئی کتاب ان کے سامنے کھلی ہو اور پڑھتے چلے جا رہے ہوں۔ لوگ ان کی تقریر پر جھوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہ ہیں امیر شریعت کے فرزند ارجمند سید ابوذر بخاری۔ تیسری دفعہ انھیں امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت اور تجہیز و تکفین کے موقع پر ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو دیکھا۔ صبر و استقامت کا پہاڑ بنے ہر قسم کے انتظام و انصرام میں مصروف تھے۔ پھر اکتوبر ۱۹۶۲ء میں جب میری تعیناتی گورنمنٹ کالج سول لائن ملتان میں ہوئی تو ان سے ملاقاتوں کا لامتناہی سلسلہ ان کے جہانِ فانی سے رخصت ہونے تک جاری رہا۔ رات کو روزانہ سٹینڈرڈ بیکری پر ہماری محفل جمتی۔ مختلف موضوعات پر ان کی گفتگو سے ہم سب محظوظ بھی ہوتے اور مستفیض بھی۔ دین وسیاست پر بات ہوتی، کبھی کبھار شاعری کا موضوع بھی چھڑ جاتا، اپنے شعر سناتے تو محفل ادبی ماحول میں تبدیل ہو جاتی۔ اچھے لطیفے سننے کا انھیں شوق تھا، لطیفے سنتے اور محظوظ ہوتے، خوب لطف اندوز ہوتے، خود ہنستے اور دوسروں کو بھی ہنساتے

ہو سلام ان کے حسین کردار کی عظمت کو جو
صورت چشم حسین دل میں اتر جاتے ہیں لوگ
ساتھ لے جاتے ہیں اپنے زندگی بھر کا سکوں
اس طرح بھی راہِ ہستی سے گذر جاتے ہیں لوگ
معترف خالدؔ بجان و دل ہیں ہم ان کے سدا
آگہی کے بحر کو جو پار کر جاتے ہیں لوگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسے ہی حالات وخیالات میں غرق میں ان کے جنازے کے ساتھ چلا جار ہا تھا کہ قبرستان پہنچے اور امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے ساتھ انھیں آہوں اور سسکیوں کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ ان کی وفات پر ان کی قلمی تصویر شعروں میں کچھ اس طرح سے میں نے پیش کی ہے جو نذر قارئین ہے۔ طویل نظم سے چند اشعار ہی پیش کیے جا رہے ہیں۔

ابوذر تو میرے دل میں اترتا چلا گیا — خوشبو کی طرح روح میں گھلتا چلا گیا
یکتا بھی تھا وہ منفرد اور طرحدار بھی — میں اس کی ہرادا پہ مچلتا چلا گیا
سر پہ تھا تاجِ علم تو دل آشنائے عجز — روشن ضمیر و ظرف کو کرتا چلا گیا
اس کا تھا خاص ربط صحابہ کی ذات سے — رنگ جن کا اس کے ذوق پہ چڑھتا چلا گیا
ذرے بھی کہکشاں کی طرح جگمگا اٹھے — ابوذر جہاں جہاں سے گذرتا چلا گیا
جو کچھ کیا تھا باپ نے کرتا رہا وہی — نقشِ قدم پہ باپ کے چلتا چلا گیا
اس کی زباں پہ زمزمے تھے علم وفضل کے — جن کو زمانہ شوق سے سنتا چلا گیا
اس کے طریقِ زیست میں تھی بوذری ترنگ — فقر وغنا کا رنگ نکھرتا چلا گیا
دیں کے خلاف جو بھی تھے جنگ ان کے ساتھ تھی — تا اختتامِ زیست وہ لڑتا چلا گیا
اس کا جنوں نگر ہے میری رقص گاہ شوق — رنگ اس کا مجھ پہ اس طرح چڑھتا چلا گیا
مصحف کی چاندنی سے اس کی دل دمک اٹھا — درد آگہی کا ذہن پہ کھلتا چلا گیا
میدانِ رستاخیز میں وہ مردِ صف شکن — ہر اک عدو کی سمت جو بڑھتا چلا گیا
حبّ معاویہؓ میں کٹی اس کی ساری عمر — کانٹے وہ سارے رفض کے چنتا چلا گیا
تھا اس کا واسطہ فقط احیائے دین سے — دیں کے لیے وہ سر بکف لڑتا چلا گیا
وہ برق بن کے قادیاں کے قصر پہ گرا — پردہ فَریب و دَجل سے اٹھتا چلا گیا
بیٹھا جو مسندِ شہہ انورؒ پہ میرا شاہ — سکّہ پھر اس کے علم کا چلتا چلا گیا
حرفوں میں اس کے نور تھا صدق ویقین کا — جادو سا تن بدن میں وہ بھرتا چلا گیا
وہ کیا گیا کہ بزم ہی ویران ہوگئی — دل اس کے غم میں ہر گھڑی گھلتا چلا گیا
راہِ وفا نہ چھوڑی خالدؔ اس نے عمر بھر — رختِ بدن گو اس کا بکھرتا چلا گیا

تعزیتی جلسہ:

ان کی دینی خدمات پر خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے رات کو دارِ بنی ہاشم میں تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا۔ ملک بھر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے آئے ہوئے علمائے دین نے ان کے علمی، ادبی اور دینی کارناموں کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ ان کے علم کی وسعت، ان کے فقر، ان کی وجاہت، ان کی خطابت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ والہانہ عقیدت اور دینِ اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام ومرتبہ کے بارے میں ان کے مضبوط ومستحکم عقیدے پر بڑی تفصیل کے ساتھ تقریریں کی گئیں، ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا، رات گئے دعاءِ خیر کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

مجلس شوریٰ کا اجلاس (۱۹۹۵):

میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ شاید اب مجلس شوریٰ کا اجلاس نہ ہو اور اسے ملتوی کر دیا جائے جماعت کے دوسرے اراکین شوریٰ کا بھی یہی خیال تھا کہ اتنے بڑے حادثے کے بعد شاید اب شوریٰ کا اجلاس نہ ہو، لیکن محسنِ احرار، ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری نے کہا کہ زندگی اور موت تو اللہ کے اختیار میں ہوتی ہے۔ شاہ صاحب کی موت یقیناً ہمارے خاندان کے افراد اور جماعت احرار کے لیے بھی ایک بہت بڑا سانحہ ہے، لیکن اتنی دور سے آئے ہوئے لوگوں کو دوبارہ بلانا درست نہیں۔ اس لیے مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوگا۔ چنانچہ یہ اجلاس ہوا جس میں سید عطاء المحسن بخاری صاحب نے میرا نام بطور جنرل سیکرٹری مجلس احرار اسلام پاکستان کے لیے تجویز کیا تو میں نے کھڑے ہو کر معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں اتنے بڑے عہدے کے لیے اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا۔ میرا اعزاز صرف یہ ہے کہ میں مجلس احرار اسلام کے رضا کاروں کی سب سے آخری صف کا فرد ہوں، اس لیے مجھے رضا کار کے طور پر ہی کام کرنے دیا جائے۔ لیکن میری یہ بات نہ مانی گئی تو شاہ صاحب کی تجویز کے مطابق مجھے متفقہ طور پر جماعت کا سیکرٹری منتخب کر لیا گیا، صدارت کے لیے حضرت مولانا عبدالحق چوہان رحمۃ اللہ علیہ جن کا تعلق تو رحیم یار خان سے تھا لیکن وہ فیصل آباد دینی مدرسہ میں شیخ الحدیث تھے۔ اُن کے علمی وتحقیقی مضامین بھی ''نقیب ختم نبوت'' میں شائع ہوتے رہتے تھے، انھیں مرکزی صدر منتخب کر لیا گیا۔

احرار اسلام کے مرکزی دفتر لاہور کی تاریخ:

۱۹۳۰ء میں جب پورے ہندوستان میں مجلس احرار اسلام اپنی تاریخ کے حوالے سے عروج پر تھی تو مرکزی دفتر لاہور میں بیرون دہلی دروازہ ہی رہا۔ یہیں سے ہر تحریک اہتمام واحتشام کے ساتھ پورے ہندوستان میں چلائی جاتی رہی۔ قیام پاکستان کے بعد بھی یہی دفتر رہا۔ اور اسی دفتر سے ہی جماعتی سرگرمیوں کا سلسلہ اپنے روایتی جوش وخروش سے جاری رہا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے بعد جب جماعت پر پابندی لگا دی گئی تو تقریباً ۹ برس تک یہ دفتر بھی پابندی کی زد میں رہا۔ ۱۹۶۲ء میں جب جماعت سے پابندی اٹھالی گئی تو یہی دفتر دوبارہ جماعتی سرگرمیوں کا مرکز بنا۔ اسی دفتر میں جماعت کے اہم اجلاس ہوتے رہے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ دفتر اس لیے جماعتی سرگرمیوں کے لیے بطور مرکز موزوں نہ رہا کہ عمارت قدیمی ہونے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی وجہ سے کمزور ہو چکی تھی اور اس کا گردونواح تجارتی منڈی کی صورت اختیار کر گیا جس کی وجہ سے اس مرکز تک رسائی آسان وسہل نہ رہی۔ یہ کوئی جماعت کی اپنی جائیداد تو تھی نہیں بلکہ کرایہ کی عمارت تھی اور جس کی ملکیت تھی اس کا تقاضہ بھی ہونے لگا کہ ہم یہ عمارت فروخت کرنا چاہتے ہیں، سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ پیش کش کی گئی کہ اگر آپ خریدنا چاہیں تو پہلی ترجیح آپ کی ہوگی، شاہ صاحب نے حامی بھری اور مہلت مانگ لی۔ چنانچہ انھوں نے اور مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ نے سال دو سال میں غریب کارکنوں کے تعاون سے یہ دفتر خرید لیا۔ شاید مجلس احرار اسلام کی تاریخ میں یہ دفتر جماعت کی پہلی جائیداد بنی اور یہ بات میری حیرانی کا باعث بھی تھی کہ جس مرکز سے پورے ہندوستان کے اندر جماعت نے مختلف تحریکوں کو جنم دیا، انگریز جیسی جابر قوت کے ساتھ ٹکرا گئی اور اسے ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا، وہ دفتر جماعت کا اپنا نہیں تھا بلکہ کرایے کا تھا۔ میاں محمد اویس صاحب جو مجلس احرار میں اپنے ایثار اور جماعت کی خدمت کے حوالے سے ایک منفرد حیثیت کے مالک ہیں اور احراری خاندان کے چشم و چراغ ہیں، جن کے دادا میاں محمد رفیق صاحب مرحوم کے بھائی میاں قمرالدین رئیس (اچھرہ) کے بارے میں امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ وہ احرار کا چلتا پھرتا بنک ہیں اور میاں محمد رفیق صاحب نے ۱۹۴۶ء کے قومی انتخاب میں لاہور کے ہی ایک حلقے سے مجلس احرار اسلام کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا اور کامیابی حاصل کی تھی۔ میاں محمد اویس نے اچھرہ میں اپنا آبائی مکان جماعت کے سپرد کر دیا اور تقریباً چار برس تک یہی مکان مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی دفتر کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ اس دوران بیرون دہلی دروازہ لاہور احرار کا دفتر مرکزی مجلس عاملہ کے مشورے کے بعد فروخت کیا گیا تو اتنی رقم جماعت کو میسر آ گئی جس سے وحدت روڈ مسلم ٹاؤن میں ایک بہت بڑی کوٹھی خرید لی گئی جو آج کل مجلس احرار اسلام کا مرکزی دفتر ہے۔ قدیم دفتر کی فروخت اور نئے دفتر کی خریداری میں جناب ملک محمد یوسف صاحب نے بہت مخلصانہ کردار ادا کیا۔ موجودہ مرکز احرار اسلام بھی سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تحفہ اور اللہ کی دین ہے۔ اسی دفتر میں اب ہمارے مرکزی اور اہم اجلاس ہوتے ہیں۔ مارچ کے مہینے میں شہدائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی یاد میں کانفرنس کے علاوہ ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا، کے حوالے سے سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس بھی اسی دفتر کے وسیع احاطے میں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ تمام ضروری اجتماعات بھی اس مرکزی دفتر میں ہی ہوتے ہیں۔

نئے دفتر کی افتتاحی تقریب یکم محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۸/اپریل ۱۹۹۹ء:

نئے مرکزی دفتر احرار کی افتتاحی تقریب ۱۸/اپریل ۱۹۹۹ء کو ہوئی۔ جس میں پاکستان بھر سے مجلس احرار کے کارکنوں نے شرکت کی۔ جماعت احرار کے قائدین حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، چودھری ثناء اللہ بھٹہ، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ اور چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ نے تقریریں کیں، مرید کے سے قدیم احرار کارکن حکیم محمد صدیق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تارڑؒ شدید علالت اور ضعیفی کے باوجود تشریف لا کر سٹیج پر جلوہ افروز ہوئے۔ قائد احرار سید عطاء المحسن بخاری نے شدید علالت کے باوجود دو تین جملے اپنے خطاب میں کہے، پرچم کشائی کی اور دعا کرائی۔ یہ افتتاحی تقریب بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوئی اور جماعتی حلقے کے افراد نے اس موقع پر بڑی خوشی کا اظہار کیا، کہ اتنی اچھی جگہ پر اتنی وسیع و عریض کوٹھی مجلس احرار جیسی غریب جماعت کی اپنی جائیداد بن گئی ہے، اس موقع پر میں نے تقریر نہیں کی تھی بلکہ ایک طویل نظم مجلس احرار اسلام کے عنوان سے پڑھی۔ جو تریسٹھ اشعار پر مشتمل تھی۔ اس نظم میں، مَیں نے مجلس احرار اسلام کے نامور قائدین کے ناموں کے ساتھ بعض اشعار کہے ہیں۔ ان میں سے چند پیشِ نظر ہیں۔

(امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

نسبت سے بخاریؒ کی سدامست رہے ہیں   بستانِ بخاریؔ کی ہی مہکار ہیں احرار

(رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ)

ہے یاد مجھے عہد حبیب آج بھی ہمدم   جس عہدِ جواں ساز کی جھنکار ہیں احرار

(مولانا محمد گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ)

گل شیر کی عظمت ہے عقیدت کا مرقع   اعزازِ شہادت کے سزا وار ہیں احرار

(ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ)

حکمت میں تدبیر میں کہاں تاج کا ثانی   پھر ان کے تفکر کے طلب گار ہیں احرار

(مفکر احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ)

افضل کا قلم طرزِ نگارش کا ہے جادو   ہے اس کی عنایت کہ قلم کار ہیں احرار

(آغا شورش کاشمیریؒ، ضیغم احرار شیخ حسام الدینؒ)

شورش کی جسارت بھی ہے احرار کی عظمت   اور ضیغم احرار کی للکار ہیں احرار

(قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ)

برحق ہے کہ ان گنت ہیں احسان کے احسان   ہاں جس کی صدارت کے علمدار ہیں احرار

(مرزا غلام نبی جانبازؒ)

جانباز جواں ہمت و کردار کا پیکر   ہاں جس کی شجاعت کے پرستار ہیں احرار

(مولانا احسن عثمانیؒ، حافظ علی بہادر خانؒ، مظفر علی، مولانا مظہر علی اظہرؒ)

احسن ہو کہ حافظ ہو مظفر ہو کہ مظہر   ان سب کی اداؤں کے نگہدار ہیں احرار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(سالار غازی محمد حسینؒ، سالار اعلیٰ سردار محمد شفیعؒ، سالار معراج الدینؒ)

ہے یاد ہمیں غازی بھی سردار بھی معراج — ان تینوں کے سارے ہی رضا کار ہیں احرار

(پنجابی شاعر: عبدالرحیم عاجز امرتسریؒ، سائیں محمد حیات پسروریؒ)

عاجز کی نواؤں میں تھا کیف کا عالم — سائیں کے ہر شعر کی مہکار ہیں احرار

(انور صابری رحمۃ اللہ علیہ)

ہیں یاد ہمیں شورش و جانباز کے نغمے — انور تیرے رزمیّہ سے اشعار ہیں احرار

(سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

بوذر کی قیادت کا ثمر دیکھ رہے ہیں — گر رنجِ جدائی سے گراں بار ہیں احرار

(محسنِ احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

محسن کی قیادت کا صلہ ہم کو ملا ہے — سرمستِ انا پیکرِ ایثار ہیں احرار

(سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ)

محنت کا مہیمن کی کرشمہ ہے یہ سب کچھ — جرأت کا جواں جذبوں کا کہسار ہیں احرار

(چوہدری ثناء اللہ بھٹہ رحمۃ اللہ علیہ)

دیکھا جو ثناء اللہ تو یاد آیا ہے ماضی — اُس ماضیٔ ذی شاں کے عملدار ہیں احرار

(سید کفیل بخاری)

پُر عزم کفیل اپنی قیادت کا ہے جھومر — ہاں جس کی مساعی سے ثمر بار ہیں احرار

(عبداللطیف خالد چیمہ)

ہے لطفِ لطیف ہم پہ خداوند کی رحمت — عظمت کے اندھیروں میں ضیا بار ہیں احرار

دفتر احرار

لاہور میں دفتر کی خبر میں نے سنی جو — کہہ دی ہے یہ نظم میں نے کہ بیدار ہیں احرار
واقف ہیں عدو کاٹ سے جس کی سبھی خالدؔ — مومن کی وہ اک تیغ چمکدار ہیں احرار

© rasailojaraid.com